بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

اب تو یہ خبریں گویا روزمرہ کی سی ہوگئی ہیں کہ فلاں شہر میں ایک طالب علم اور ایک بس کنڈکٹر میں جھگڑا ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ طلباء نے اسمبلی پر حملہ کردیا، ایک دوسرے مقام پر ایک طالب علم اور ایک دکان دار میں تو تو میں میں ہوئی اور آخر یونیورسٹی کے سب طلباء ہی اُمنڈ پڑے اور پولیس چوکی کو آگ لگادی وغیرہ وغیرہ، فرقہ پرستی کی لعنت کی طرح اب طلباء کی یہ لاقانونیت بھی کسی وبائی مرض کی طرح سرعت سے پھیلتی اور شدت اختیار کرتی جارہی ہے، گورنمنٹ، ارباب سیاست، ماہرینِ تعلیم، سب ہی اس صورتِ حال کی اصلاح کی طرف متوجہ ہیں، اور اب تک سیکڑوں تدبیریں کروڑوں روپیہ کے خرچ سے کی جاچکی ہیں لیکن انجام یہ ہے کہ "مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی" تو آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اور اس صورتِ حال پر کیوں کر قابو پایا جاسکتا اور اس کی اصلاح کی جاسکتی ہے؟ یہ وقت کا سب سے بڑا اہم سوال ہے اور اس کے کامیاب حل پر ہی ملک کے مستقبل کا دار و مدار ہے۔

اصل یہ ہے کہ طلباء کا معاملہ کوئی انفرادی مسئلہ نہیں ہے جسے سماج اور سوسائٹی کے دوسرے معاملات و مسائل سے الگ کرکے دیکھا جائے اور اس پر غور کیا جائے، بلکہ درحقیقت وہ ایک کل کا جزء ہے، آج ہمارے سماج کا حال کیا ہے؟ اگر کسی ملک کے اخبارات اُس کے سماج کے آئینہ دار ہوتے ہیں، تو آج ہمارا سماج یہ ہے کہ حکومت کے اعیان و وزراء رشوتیں لے رہے اور اقربا نوازی کر رہے ہیں، جو امن اور قانون کے محافظ ہیں وہ مجرموں اور سماج دشمن عناصر کے مربی اور سرپرست بنے ہوئے ہیں، سرمایہ دار غریبوں اور مزدوروں کے ضعیف و نحیف جسم کے خون کا آخری قطرہ بھی چوس جانے کی فکر میں ہیں، بنیا بقال، تاجر اور سوداگر سب ذخیرہ اندوزی اور حد سے زیادہ نفع خوری کی لعنت میں گرفتار ہیں، عورتوں اور مردوں کا بے محابا اختلاط عام ہے جس کے نتائجِ بد مختلف شکل و صورت میں آئے دن ظاہر ہوتے رہتے ہیں،

ہر شخص پر خود غرضی، مفاد پرستی اور اُس کی خاطر سیاسی شعبدہ بازی کا اس درجہ غلبہ ہے کہ اس سے نہ ہمارے کالج محفوظ ہیں اور نہ ہماری یونیورسٹیاں، نہ حکومت کے دفاتر بچے ہوئے ہیں اور نہ پبلک ادارے، اخلاقی انارکی اس قدر عام ہے کہ مرد اور عورت بوڑھے اور جوان، سب اِس رَو میں بہہ رہے ہیں اور ایک حمام میں چونکہ سب ننگے ہیں اسی لئے ماں باپ نہ اولاد کو اُن کی غلط کاریوں پر سرزنش کر سکتے ہیں اور نہ شوہر بیوی کو اُس کی کسی غلط روش پر ٹوک سکتا ہے، بھائی بہن کو نصیحت نہیں کر سکتا، اور استاد شاگرد کو جھڑک نہیں سکتا، گویا جس طرح امریکہ اور یورپ میں (اور اب تو عرب ممالک میں بھی یہ وبا عام ہے) گرمیوں کے موسم میں مرد و زن، برنا و پیر سب سمندر کے ساحل پر جمع ہوتے اور ہزاروں کی تعداد میں ایک دوسرے کے سامنے ننگ دھڑنگ صبح سے شام تک بالو یا ریت پر پڑے رہ کر غسلِ آفتابی لیتے ہیں اور اس موقع پر نہ بیٹی کو باپ کی شرم ہوتی ہے اور نہ بہن کو بھائی کی، ٹھیک اسی طرح محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا پورا سماج لباسِ شرم و حیا کی قید سے آزاد ہوکر اخلاقی انحطاط و پستی کے سمندر کے کنارے حظ طلبی، کامجوئی اور تن پروری کے بالو یا ریت پر لوٹ لگا رہا ہے، اور شرافت و انسانیت کے سب تقاضوں سے آنکھیں بند کر کے اپنی دنیا میں مگن ہے، پس جو بچے اس سماج میں پل بڑھ کر جوان ہوں گے اور جن کے نیم شعوری یا لاشعوری ذہن کی تشکیل اس ماحول اور فضا کے نقوش و تاثرات سے ہوگی ان سے کیوں کر یہ توقع ہو سکتی ہے کہ وہ یونیورسٹی میں داخل ہوکر اپنے آپ کو ان لاشعوری تاثرات و کیفیات سے آزاد کر سکیں گے اِس میں شک نہیں کہ حسنِ تعلیم و تربیت کا اثر ضرور ہوتا ہے، لیکن یہ تو اُس وقت ہی ممکن ہو سکتا ہے جب کہ فضا بدلے، اور بہ نسبت پہلے کے اب طلبا کو بہتر ماحول ملے، مگر یہاں معاملہ یہ ہے کہ ایک طالبِ علم محسوس کرتا ہے کہ یونیورسٹی کا حال بھی سرکاری اداروں، اور تجارت کی منڈیوں سے کچھ زیادہ بہتر نہیں ہے فرق ہے تو صرف اس قدر کہ وہاں فائل بکتے ہیں یا مال مگر یہاں علم کی بولی لگتی ہے اور ریسرچ اور تحقیق کا نیلام ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ زندگی شخصی و انفرادی ہو یا اجتماعی و قومی بہرحال اُس میں استحکام، ہم آہنگی اور اُستواری اُس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ اُس کا کوئی نصب العین ہو اور اُس نصب العین کے ساتھ غیر معمولی لگاؤ اور عشق ہو، اور نصب العین کا تعین موقوف ہے ایک عقیدہ پر، اس لئے اگر عقیدہ صحیح ہے تو نصب العین بھی درست ہوگا اور اگر وہ غلط ہے تو یہ بھی غلط ہوگا پھر عقیدہ میں جس قدر پختگی ہوگی اور خلوص پایا جائیگا نصب العین کے ساتھ تعلق اور شغف بھی اُسی درجہ کا ہوگا! علاوہ ازیں عقیدہ عقیدہ میں فرق ہے چنانچہ جس عقیدہ کی بنیاد زندگی کے سب سے اعلیٰ اقدار پر ہوگی وہ سب سے اعلیٰ اور اشرف عقیدہ ہوگا۔ اور جو عقیدہ اس سے کم درجہ کے اقدار پر مشتمل ہوگا وہ درجہ اور مرتبہ میں پہلے عقیدہ سے کمتر ہوگا، آج ہمارے سماج کا حال یہ ہے کہ اول تو اس کا کوئی نصب العین ہی نہیں، زندگی گویا ایک سفر ہے جس کی منزل نہیں، وہ ایک حرکت ہے جس کی انتہا نہیں، اور

اگر نصب العین یہ بھی تو نہایت دون اور خسیس یعنی یہ کہ کھاؤ پیو اور خوش رہو، اس بنا پر اس نصب العین کے ماتحت جو اعمال سرزد ہوں گے وہ سماج میں اضطراب و تشویش کا باعث ہی ہو سکتے ہیں، آج ہم میں کمی کس چیز کی ہے؟ حکومت و خود مختاری دولت و ثروت، علم و ہنر، طاقت و قوت! ان میں سے وہ کون سی چیز ہے جو ہمیں حاصل نہیں، لیکن ایک صحیح عقیدہ اور اُس عقیدہ پر مبنی ایک صحیح نصب العین، بس صرف یہ دو چیزیں ہیں جن سے ہمارا سماج محروم ہے اور یہ محرومی ہی در اصل ہماری موجودہ تمام آفتوں اور مصیبتوں کا حقیقی سبب ہے، ان حالات میں ہماری حکومت کو تعلیمی اداروں اور اصلاحِ معاشرت کے مراکز کو سوچنا چاہئے کہ اُن کا سب سے پہلا فرض کیا ہے؟ ایک عام مقولہ ہے کہ "وقت اور زمانہ کا تقاضا یہ ہے اس لئے ہمیں اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنی چاہئے"، مگر سوال یہ ہے کہ انسان وقت یا زمانہ (تاریخ) کا خالق ہے یا مخلوق! اگر وہ خالق ہے تو زمانہ کو اُس کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے پر مجبور ہونا چاہئے نہ کہ خود اس کو زمانہ کے ساتھ، اور دنیا کی پوری تاریخ پڑھ جائیے، آپ دیکھیں گے کہ ہمیشہ اُس قوم نے ہی دنیا میں انقلابِ عظیم پیدا کیا ہے جس نے زمانہ کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر دیا ہے، یہ پختگی اور عزم یہ حوصلہ اور ہمت بغیر اعلیٰ عقیدہ اور بلند تر نصب العین کے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔

دار المصنفین اعظم گڈھ برصغیر انڈو پاک کا ایک مشہور اور نہایت وقیع ادارہ ہے جو گذشتہ نصف صدی سے اُردو زبان میں اسلامی علوم و فنون کی بڑی اہم خدمات انجام دے رہا ہے، اس ادارہ نے اسلامی تاریخ و سیرت، شعر و ادب، فلسفہ و تصوف اور تذکرہ و تراجم پر جو کتابیں شائع کی ہیں وہ مواد، ترتیب، اور زبان و بیان کے لحاظ سے کسی بھی زبان کے ادب کے لئے سرمایۂ فخر بن سکتی ہیں، آج ہند و پاک میں اسلامی علوم و فنون پر ریسرچ اور تحقیق کا جو سنجیدہ ذوق پایا جاتا ہے کوئی شبہ نہیں کہ اُس کی تخلیق اور آبیاری میں اور چیزوں کے ساتھ اس ادارہ کی کوششوں کا بھی بڑا دخل ہے اس ادارہ نے خود کام کیا اور دوسروں کو کام کرنے کی راہ دکھائی اور اُس کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ آج اُردو زبان میں اسلامیات پر ایسا قیمتی اور وسیع لٹریچر مہیا ہو گیا ہے کہ اب کسی اسلامی موضوع پر ریسرچ اُردو زبان کے جانے بغیر مکمل ہی نہیں ہو سکتی، بڑی خوشی کی بات ہے کہ ۱۹ دسمبر کو بہت اعلیٰ پیمانہ پر اس ادارہ کی پچاس سالہ جوبلی منانے کے انتظامات ہو رہے ہیں، اس تقریب میں ملک اور بیرونِ ملک کے اعیان و فضلا شریک ہوں گے، آج کل کے موجودہ حالات میں اس ادارہ کا نہ صرف قیام اور بقا بلکہ اس کی ترقی و توسیع وقت کی کتنی بڑی اور اہم ضرورت ہے؟ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے اربابِ ذوق کا عموماً اور مسلمانوں کا خصوصاً فرض ہے کہ اس موقع پر وہ دار المصنفین اعظم گڈھ کی طرف حسب استطاعت دستِ اشتراک و تعاون دراز کر کے عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں!